

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفى

حقاً فی تقریر برواقعہ وفات بشیر

واقع ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر اسمہل کی وفات سے جو ۱ اگست ۱۸۸۶ء کو
میشہ میں پیدا ہوا تھا اور ۸ نومبر ۱۸۸۶ء کو اسی روز کیشہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں
بیسے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خاتم
خیال لوگوں میں اٹھا اور زنگار زنگ کی باتیں ٹولیشوں وغیرہ نے کیں اور طح طح کی نافرمانی اور
کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افترا ہے
انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افترا گھڑی شروع کی۔ سو ہر چند ابتدا میں
ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع
کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی عمو کر کھانے کا موجب
ہو سکے لیکن جب یہ شور و غوغا اتنا کو پہنچ گیا اور کہتے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلہل پر
بھی اس کا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہم نے محض اللہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔ اب
ناظرین پر متکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و
اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۸ فروری ۱۸۸۶ء
و ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۱ اگست ۱۸۸۶ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شہ کوہ اور عظمت اور
دولت ہو گا اور تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ بعضوں نے اپنی طرف سے افترا کر کے یہ بھی

۱۰ حاشیہ یہ تقریر لیکر رام پشادی ہے جس نے فیصلہ اشتہار سندرہ متن اپنے اثبات دہوی کی غرض

اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا۔ لیکن ناظرین پر کشف ہو کہ جن لوگوں نے نیکتہ چینی کی ہے انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے یا دھوکا دینا چاہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی وفات کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکر رام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو۔ کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا ایسی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے بلکہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۱۸ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اُس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا صاف بتا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر تعظیم نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے تعجب کہ لیکر رام پشاوری نے جو پیش تعجب میں آکر اپنے اس اشتہار میں جو اس کی جلی خصلت بدگوئی و بدزبانی سے بھرا ہوا ہے اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر آنکھیں کھل کر

اپنے اشتہار میں پیش کی ہیں اور پسر خواتوں سے کام لیا ہے شہادہ اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۷ء کا ذکر کر کے انکی یہ بات اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ لڑکا بت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت محل تک تیار نہیں کر سکتا لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یہی فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ذہن کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا کیونکہ یہ اُس کے مدعا کو مضرتھا اور اسکے خیال غامض کو جرح سے کاٹتا تھا۔ پھر دوسری خیانت یہ ہے کہ لیکر رام کے اس اشتہار سے پہلے ایک اور اشتہار آدروں کی طرف سے ہمارے تینوں اشتہارات مذکورہ بالا کے جواب میں مصلح موعود اور عمر پانے میں شائع ہو چکا ہے اس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ ان تینوں اشتہارات کے دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑکا جو پیدا ہوا یہ وہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ اس اقرار کا لیکر رام نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ آدروں کا پورا اشتہار لیکر رام کے اس اشتہار کی عمدہ بیگنی کرتا ہے۔ دیکھو ان کا وہ اشتہار جس کا عنوان حرب حال ان کے یہ ہے کہ ان اہلہ لا یجبت الماکرین منکلا

یہ سہو کاتب ہے۔ صحیح بجائے وفات کے پیدا نہیں ہے۔

ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تا جلد بازی کی ملامت بچ جاتا۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغ گوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹا کچھوڑنا اور تیاگانا اور پچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے۔ پس عجیب بات ہے کہ یہ دھرم قول کے رعب سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام میں نہیں آتا۔ افسوس ہزار افسوس۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ہر دو اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۶ء مذکورہ بالا اس ذکر و حکایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والا کیسا اور کن صفات کا ہے۔ بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ جنوز یہ امر الحسام کے رُوسے غیر منقصل اور غیر مصرح ہے۔ ہاں یہ تعریفیں جو اُد پر گذر چکی ہیں ایک آنے والے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تہمیت و تعین کے اشتہار ہر فردی ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اُس اشتہار میں یہ تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ اگست ۱۸۸۶ء کو لڑکا پیدا ہوگا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے بلکہ اس اشتہار میں اُس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں کہ کب اور کس وقت ہوگا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسر متوفی کو ٹھہرایا گیا تھا سراسر

حاشیہ عبارت اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء یہ ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہو خواہے جو ایک مدت محل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ کب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ دیکھو اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مطبع چشمہ فیض قادری بنالہ۔ عبارت اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۶ء یہ ہے۔ اسے ناظرین میں آپکو شہادت دیتا ہوں کہ لڑکا جسکے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی ۱۶۵۰ ذیقعدہ مطابق ۷ اگست میں پیدا ہو گیا۔ دیکھو اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۶ء مبلوعہ دکنوریہ پریس لاہور میں بیان تینوں اشتہارات میں جو لیکچر ام پشادری نے جوش میں اکٹھ میں کی ہیں تو تک بھی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ ہم نے کبھی پسر متوفی کو مصلح موعود اور مر پانے الاقرار دیا ہے۔ متفکر و اقدم بردار۔

ہٹ دھری اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں اور اکثر ناظرین کے پاس موجود ہونگے مناسب ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور پھر آپ ہی انصاف کریں۔ جب یہ لاکا جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صد مخطوطات اطراف مختلف سے بدیں استفسار پہنچتے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جسکے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائینگے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں معنائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا اہل اجتہاد کی طور پر لگانا کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود ہی لڑکا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں۔ جو اس کی پاکیزگی، روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت باجلی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیت استعدادی سے علاوہ رکھتی تھیں۔ سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جسکے لئے بڑی عمر یا نامزدوری ہوتا۔ اسی باعث سے یقینی طور پر کسی الہام کی بنا پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضروریہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تاجب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔ سو تعجب اور نہایت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسر متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلی خاموش اور ساکت رہے اور ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھونک مار دی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کر دیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بناء پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسر متوفی کی ظاہر ہوئی ہیں اور اس کا نام بشر اور بشر اور نور اللہ صیبا اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتعلی کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں کوئی مفصل و مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے اور اس میں بحوالہ ان ناموں کے اسما یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود

اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہو گا۔ تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ان کا منصفانہ خیال اور اُن کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کر کے کیا گیا ہے جو فی حد ذاتہ صاف اور کھلے کھلے نہیں ہیں بلکہ ذوالوجہ اور تاویل طلب ہیں۔ سو اُن کی نظر میں اگر یہ ایک اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور ضعیف سی اُن کے خیال میں دکھائی دیتی کیونکہ ہم چند ایک غیبی اور کوردل انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ قانون قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اُس کے متشابہات وحی اور رویا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے۔ لیکن جو عارفانہ با بصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں کہ پیش گوئیوں وغیرہ کے بارہ میں اگر کوئی اجتہادی غلطی بھی ہو جائے۔ تو وہ محض نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے محمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں چہ اور اُن کے بیدار دل اور روشن ضمیر ہیرو برگز اُن

چہ حاشیہ تورات کی بین ماہ قول سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس اپنی پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ اُمیدیں جو بہت جلد امداد یا توقف نجات یا ب ہونے کے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں وہ اس طرح پر ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے خلاف اُن اُمیدوں کے صورت حال دیکھ کر اور دلی تنگ ہو کر ایک مرتبہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے جو ان کی طینت میں تھی کہہ بھی دیا تھا کہ لے لو تمہاری وادوں جیسا تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلی تنگی اس کم ظرف قوم میں اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ انہوں نے جو جلد غلطی پا جانے کا اپنے دلوں میں حسب پیرایہ تقریریں موسیٰ اعتقاد کر لیا۔ تھا اسی طور پر معروضہ ظہور میں نہیں آیا تھا اور درمیان میں ایسی مشکلات پڑ گئیں تھیں جنکی پہلے سے بنی اسرائیل کو صفائی سے خبر نہیں دی گئی تھی اس کی پوری وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اُن درمیانی مشقتوں اور اُن کے طول کھینچنے کے ابتدا میں مصفا اور صاف طور پر خبر

غلطیوں سے حیرت و سرگردانی میں نہیں پڑے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ غلطیاں نفسِ الہامات و مکاشفات میں نہیں ہیں بلکہ تاویل کرنے میں غلطی و قروح میں آگئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں اجتہادی غلطی علماء ظاہر و باطن کی اُن کی کسرِ شان کا موجب نہیں ہو سکتی اور ہم نے کوئی ایسی اجتہادی غلطی بھی نہیں کی جس کو ہم قطعی و یقینی طور پر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرتے تو کیوں بشیر احمد کی وفات پر ہمارے کو تہ اندیش مخالفوں نے اس قدر زہر اگلا ہے کیا اُن کے پاس اُن تحریرات کا کوئی کافی و قانونی ثبوت بھی ہے یا ناحق بار بار اپنے نفسِ امارہ کے جذبات لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں اور اس جگہ بعض نادان مسلمانوں کی حالت پر بھی تعجب ہے کہ وہ کس خیال پر

نہیں ملی تھی لہذا اُن کے خیال کا میلان اجتہادی طور پر کسی قدر اس طرف ہو گیا تھا کہ فرعون بے عون کا آیاتِ بنیات سے جلد توحید پاک کیا جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ قدیم سے تمام انبیاء سے اس کی سنت جاری ہے پہلے ایام میں حضرت موسیٰ کو ابتلا میں ڈالنے کی غرض سے اور رعب استغناء اُن پر وارد کرنے کے ارادہ سے بعض درمیانی مکارہ اُن سے مخفی رکھے کیونکہ اگر تمام آجواالی باتیں اور والدِ ہونیوالی معوسہ میں اور شدتیں پہلے ہی ان کو کھول کر بتلائی جاتیں تو ان کا دل بھلی قوی اور طمانیت یاب ہو جاتا۔ پس اس صورت میں اس ابتلا کی بہیت ان کے دل پر سے اُٹھ جاتی۔ جس کا وارد کرنا حضرت حکیم اللہ پر اور ان کے پیروؤں پر برابر ترقی درجہات و ثواب آخرت ارادہ الہی میں قرار پا چکا تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے جو جو اُمیدیں اور بشارتیں اپنے حواریوں کو اس دنیوی زندگی اور کامیابی اور خوشحالی کے متعلق انجیل میں دی ہیں وہ بھی بظاہر نہایت سہل اور آسان طریقوں سے اور جلد تر حاصل ہونے والی معلوم دیتی تھیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بیشتر انہ الفاظ سے جو ابتدا میں انہوں نے بیان کئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُنسی زمانہ میں ایک زبردست بادشاہی ان کی قائم ہونے والی ہے۔ اسی حکمرانی کے خیال پر حواریوں نے ہتھیار بھی سنبھل لئے تھے کہ حکومت کے وقت کام آویں گے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا دوبارہ اُترنا بھی جنابِ ممدوح نے خود اپنی زبان سے ایسے الفاظ میں بیان فرمایا تھا جس سے خود حواری بھی یہی سمجھتے تھے کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ فوت

و ساوس کے دریا میں ڈالے جاتے ہیں کیا کوئی اشتہار ہمارا اُن کے پاس ہے کہ جو انکو یقین دلانا ہے کہ ہم اس لڑکے کی نسبت الہامی طور پر قطع کر چکے تھے کہ یہی عمر پانے والا اور مصالِح موعود ہے۔ اگر کوئی ایسا اشتہار ہے تو کیوں پیش نہیں کیا جاتا ہم انکو باورد کرتے ہیں کہ ایسا اشتہار ہم نے کوئی شائع نہیں کیا ہاں خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اور دنیوی جذبات بگٹی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی رُوح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام بارانِ رحمت اور بشیر اور بشیر اور ید اللہ کجبال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ

نہیں ہوں گے اور نہ حواری یا الہامی ہیں گے کہ جو حضرت مسیح پھر اپنی جلال اور عظمت کے ساتھ دُنیا میں تشریف لے آئے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کا خیال اور رائے اُسی پیرایہ کی طرف زیادہ جھکا ہوا تھا۔ کہ جو انہوں نے حواریوں کے ذہن نشین کیا۔ جو اصل میں صحیح نہیں تھا۔ یعنی کسی قدر اس میں اجتہادی غلطی تھی۔ اور عجیب تو یہ کہ بائبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو بیٹی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نقلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو مسلمانین اول باب آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں الہام نے پیش از قوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہونگے دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۸ جولائی ۱۸۸۸ء دو مسلمانین پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر جنتا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ششکا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔

منہ

نے اپنے الامات کے ذریعہ سے اسکی صفات ظاہر کیں یہ سب اسکی صفات استعداد کے متعلق ہیں جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔ اس عا جود کا مدلل اور محقق طور پر یہ دکھائی ہے کہ جو بنی آدم کے بچے طرح طرح کی تختی لے کر اس مسافر خانہ میں آتے ہیں خواہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں اور خواہ وہ خورد سالی میں فوت ہو جائیں اپنی فطرتی استعدادات میں ضرور باہم متفاوت ہوتے ہیں اور صفات طور پر امتیاز بین ان کی قوتوں اور وصلتوں اور شکلوں اور ذہنوں میں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ کسی مدرسہ میں اکثر لوگوں نے بعض بچے ایسے دیکھے ہونگے جو نہایت ذہین اور فہیم اور تیز طبع اور ذوق فہم ہیں اور علم کو ایسی جلدی سے حاصل کرتے ہیں کہ گویا جلدی سے ایک صف لپیٹتے جاتے ہیں لیکن انکی عمر وفا نہیں کرتی اور چھوٹی عمر میں ہی مر جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ نہایت غبی اور بلید اور انسانیت کا بہت کم حصہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور منہ سے رال شپکتی ہے اور وحشی سے ہوتے ہیں اور بہت سے بوڑھے اور پیر فرقت ہو کر مرتے ہیں۔ اور باطن میں عیناً لیاقتی فطرت کے جیسے آئے ویسے ہی جاتے ہیں غرض ہمیشہ اس کا نمونہ ہر ایک شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ بعض بچے ایسے کامل الخلق ہوتے ہیں کہ صد لقیوں کی پاکیزگی اور فلاسفوں کی دماغی طاقتیں اور عارفوں کی روشن ضمیری اپنی فطرت میں رکھتے ہیں اور ہونا رکھائی دیتے ہیں مگر اس عالم بے ثبات میں ہونا نہیں پاتے اور کئی ایسے بچے بھی لوگوں نے دیکھے ہونگے کہ انکے بچپن اچھے نظر نہیں آتے اور فراست حکم کرتی ہے کہ اگر وہ عمر پادیں تو پرلے درجے کے بدذات اور شریر اور جاہل اور ناحق شناس نکلیں۔ ابراہیم سخت بگڑا شخصت صلی اللہ علیہ وسلم جو خورد سالی میں یعنی سو نویں مہینے میں فوت ہو گئے اس کی صفاتی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صد بقاد فطرت کی صفت و ثنا احادیث کے رو سے ثابت ہے جیسا کہ وہ کچھ جو خورد سالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کی نباتت جبتی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر و باہر ہے

کفار کے بچوں کی نسبت کہ جو خورد سالی میں مَر جائیں جو کچھ تعلیمِ اسلام ہے وہ بھی درحقیقت
 اسی قاعدہ کی رُو سے ہے کہ بوجہ اس کے کہ الولدِ میسرٌ لِابینہ اُن کی استعدادات ناقصہ میں
 غرض بلحاظ صفائی استعداد اور نورانیت اصل جوہر و مناسبت نامہ دینی کے پسرِ متوفی کے
 الہام میں وہ نام رکھے گئے تھے جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی تمکّم کی راہ سے
 کھینچ تان کر ان ناموں کو عمر دراز ہونے کے ساتھ وابستہ کرنا چاہے تو یاس کی سرسُز شرات
 ہوگی جس کی نسبت کہیں ہم نے کوئی یقینی اور قطعی رائے ظاہر نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ بطور بالکل
 سچ کہ ان فضائلِ ذاتیہ کے تصور کرنے سے شک کیا جاتا تھا کہ شاید یہی اراکِ مصلح موجود
 ہوگا۔ مگر وہ شکلی تقریب ہے جو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کی گئی بلکہ نقلی کجالت پر
 سخت تعجب ہے کہ وہ باوصف اسکے کہ اپنے نجومیوں اور جوشیوں کے مُنہ سے ہزار باسی باتیں
 سنتے ہیں کہ بالآخر وہ سراسر پوچ اور لغو اور جھوٹ کھلتی ہیں اور پھر اُن پر اعتقاد رکھنے سے
 باز نہیں آتے اور عذرِ پیش کر دیتے ہیں کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے دہرہ جوش کے سچا ہونے
 میں کچھ کام نہیں۔ پھر باوصف ایسے اعتقاداتِ سخیفہ اور ردیہ کے الہامی پیشگوئیوں پر
 بغیر کسی مریخ اور صاف غلطی پکڑنے کے متعصبانہ حملہ کرتے ہیں پھر ہندو لوگ گلابی بے اصل
 باتیں مُنہ پر لایں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ وہ دشمنِ دین ہیں اور اسلام کے مقابلِ پھر
 ہمیشہ سے اُن کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے یعنی جھوٹ و افتراء۔ لیکن نہایت تعجب میں
 ڈالنے والا و اقدمسلمانوں کی حالت ہے کہ باوجود دعویٰ دینداری و پرہیزگاری اور باوجود عقائد
 اسلامیہ کے ایسے ہذیانات زبان پر لاتے ہیں۔ اگر ہمارے ایسے اشتہارات ان کی نظر سے گزرے
 ہوتے جن میں ہم نے قیاسی طور پر پسرِ متوفی کو مصلحِ موجود اور عمر پانے والا سترار دیا ہوتا۔
 تب بھی ان کی ایمانی سمجھ اور عرفانی واقفیت کا مقصد یہ ہونا چاہیے تھا کہ یہ ایک اجتہادی
 غلطی ہے جو کہ کسی کسی علماء ظاہر و باطن دونوں کو پیش آجاتی ہے یہاں تک کہ اولوالعزم
 رسول بھی اُس سے باہر نہیں ہیں مگر اس جگہ تو کوئی ایسا اشتہار بھی شائع نہیں ہوا تھا عرض دریا

ندیدہ موزہ از پاکستانیہ پر عمل کیا گیا۔ اور یاد رہے کہ ہم نے یہ چند سطریں جو عام مسلمانوں کی نسبت لکھی ہیں محض سچی ہمدردی کے تقاضا سے تحریر کی گئی ہیں تا وہ اپنے بے بنیاد و سادوں سے باز آجیادیں اور ایسا ردی اور فاسد اعتقادِ دل میں پیدا نہ کر لیں جس کا کوئی اصل صحیح نہیں ہے۔ بشریح احمد کی وفات پر انہیں دسواں اور اوہام میں پڑنا نہیں کیے بھی و نادانی ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ کوئی عمل آدیزش و نکتہ چینی نہیں ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ہم نے کوئی اشتہار نہیں دیا جس میں ہم نے قطع اور یقین ظاہر کیا ہو کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے۔ اور گو ہم اجتہادی طور پر اس کی ظاہری علامات سے کسی قدر اس خیال کی طرف جھک بھی گئے تھے مگر اسی وجہ سے اس خیال کے کھلے کھلے طور پر بذریعہ اشتہارات اشاعت نہیں کی گئی تھی کہ ہنوز یہ امر اجتہادی ہے۔ اگر یہ اجتہاد صحیح نہ ہو تو عوام الناس جو دقائق و معارف علم الہی سے محض بے خبر ہیں وہ دھوکا میں پڑ جائیں گے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ پھر بھی عوام کا ناخام دھوکا کھانے سے باز نہیں آئے اور اپنی طرف سے حاشیے پڑھائے انہیں اس بات کا ذرا بھی خیالی نہیں کہ انکے اعتراضات کی بنا صرف یہ وہم ہے کہ کیوں اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اول تو کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہم سے ظہور میں نہیں آئی جس پر ہم نے قطع اور یقین اور بھروسہ کر کے عام طور پر اس کو شائع کیا ہو۔ پھر بطور تنزیل ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی سے کسی پیش گوئی کی شخصیں و تعیین میں کوئی غلطی وقوع میں آجائے تو کیا ایسی غلطی اس کے مرتبہ نبوت یا ولایت کو کچھ کم کر سکتی یا گھٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب خیالات نادانی و نادانیت کی وجہ سے بصورت اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں بہالت کا انتشار ہے اور علوم دینیہ سے سخت درجہ کی لوگوں کو لاپرواہی ہے اس وجہ سے سبھی بات بھی اٹنی دکھائی دیتی ہے۔ ورنہ یہ مسئلہ بانہ اتفاق مانا گیا اور قبول کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی شخصیں و تعیین میں کہ جہاں

خدا تعالیٰ کی طرف سے سنجوئی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ اور اس غلطی سے ان انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا کیونکہ علم وحی بھی منجملہ علوم کے ایک علم ہے اور جو قاعدہ فطرت اور قانون قدرت قوت نظر یہ کے دخل دینے کے وقت تمام علوم و فنون کے متعلق ہے اس قاعدہ سے یہ علم باہر نہیں رہ سکتا اور جن لوگوں کو انبیاء اور اولیاء میں سے یہ علم دیا گیا ہے ان کو مجبوراً اس کے تمام عوارض و لوازم بھی لینے پڑتے ہیں۔ یعنی ان پر وارد ہوتے ہیں جن میں سے ایک اجتہادِ غلطی بھی ہے پس اگر اجتہادِ غلطی قابل الزام ہے تو یہ الزام جمیع انبیاء و اولیاء و علماء میں مشترک ہے۔

یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ کسی اجتہادِ غلطی سے ربانی پیش گوئیوں کی شان و شوکت میں فرق آجاتا ہے یا وہ نوبہ انسان کے لئے چنداں مفید نہیں رہتیں یا وہ دین اور دینداروں کے گروہ کو نقصان پہنچاتے ہیں کیونکہ اجتہادِ غلطی اگر ہو بھی تو محض درمیانی اوقات میں بطور ابتلاء کے وارد ہوتی ہے اور پھر اس قدر کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات اللہ اپنے جلو سے دکھاتے ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مغاصین کے سب جھگڑے ان سے انفصال پا جاتے ہیں لیکن اس روز روشن کے ظہور سے پہلے فرد ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور ان کے پیرو اور تابعین بھی سنجوئی جلائے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالیٰ سچوں اور کچھوں اور ثابت قدموں اور بزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عشق اول سرکش و سخونی بود پد تا گر بزد کہ بیرونی بود۔ ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کہے کہ انکو دکھاتا ہے یہ ابتلاء اسلئے نازل نہیں ہوتا کہ انکو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحہ عالم سے ان کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کر نیوالوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے

پتے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیربہر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس پر گزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے۔ اور الہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سنتِ طیبہ ہے۔ جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریباً تفرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانونِ قدرت کی تصریح کرتے ہیں چہ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز

حاشیہ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے جو انہوں نے ابتلائی حالت میں کیں ایک یہ ہے اے خدا تو مجھ کو بچالے کہ پانی میری جان تک پہنچے ہیں۔ میں گری کیچ میں دھس چلا جہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں۔ میں چلاتے چلاتے تنک گیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ جو بے سبب میرا کینہ رکھتے ہیں۔ شمار میں میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہیں۔ اے خداوند رب العالمین وہ جو تیرا انتظار کرتے ہیں میرے لئے شرمندہ نہ ہوں۔ وہ جو تجھ کو دھونڈتے ہیں وہ میرے لئے ندامت نہ آٹھائیں وے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے میری باہت بکتے ہیں اور نشے باز میرے حق میں گاتے ہیں۔ تو میری ملامت کشی اور میری رسوائی اور میری بے حرمتی سے آگاہ ہے۔ میں نے تاکا کہ کیا کوئی میرا جمد دے کوئی نہیں۔ (دیکھو زبور ۶۹) ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تفرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں تمام رات حضرت مسیح جلستے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم و اندوہ سے ایسی حالت اُن پر طاری تھی وہ ساری رات سو سو کر دعا کرتے رہے کہ تا وہ ہلاک پایا کہ جو ان کے لئے مقدر تھا مل جائے۔ پر باوجود اس قدر گریہ و زاری کے پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی کیونکہ ابتلاء کے وقت کی دُعا منظور نہیں ہوا کرتی۔

ذپا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پالئے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر فخر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلزلے کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور دیکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور کیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مژدوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی عادت کو بیکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ اُن پر ذرا مہربان نہیں بلکہ اُن کے دشمنوں پر مہربان ہے اور اُن کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے بچنے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور شکستہ دل نہ ہوئے بلکہ جتنی مصائب و شدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور حقدروہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف

پھر دیکھنا چاہیے کہ سیدنا و مولانا حضرت فخر الرسل و خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتلاء کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں اور ایک دعائیں مناجات کی کہ اسے میرے رب میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بچاؤ کی تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں۔ منہ

دلایا گیا اسی قدر ان کی ہمت بلند اور شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ اُن تمام
 امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے
 پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام
 اعتراضات نادانوں کے ایسے جواب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے
 غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل
 ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے عوام الناس
 جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُسکے خالص بندوں کی شناخت سے
 بھی قاصر ہیں بالخصوص ان محبوبانِ الہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس
 بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے
 کہ اُنکے انجام سے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے
 ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے۔
 بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اُس کے
 برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی
 اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروری ہے اور ابتلاء اس قوم
 لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی، جس سے
 یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ
 استدراج ہے نہ کامیابی۔ اور نیز یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نہایت درجہ کی قبمیتی و ناسادتی
 ہے کہ انسان جلد تر بدظنی کی طرف ٹھک جلتے اور یہ اصول قرار دیدیوے کہ دنیا میں
 جس قدر خدا تعالیٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکار اور فریبی اور دوکاندار ہی ہیں
 کیونکہ ایسے رسی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولایت میں شک پڑ گیا اور پھر ولایت
 سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ کچھ ترددات پیدا ہو جا دیں گے۔

اور پھر نبوت سے منکر ہونے کے پیچھے خدائے تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور غلبان پیدا ہو کر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جانے کا کشائیدر ساری بات ہی بناوٹی اور بے اصل ہے اور کشائیدر سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جھپٹتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ سو آسے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والوں اور صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لیجانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار و وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کیلئے سینوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں جو جس شخص کو کسی ولی کے وجود پر مشاہدہ کے طور پر معرفت حاصل نہیں اسکی نظری کی معرفت سے بھی قاصر ہے اور جس کو نبی کی کامل معرفت نہیں وہ خدا تعالیٰ کی کامل معرفت سے بھی بے برہ ہے اور ایک دن ضرور ٹھوکر کھا ٹیگا اور سخت ٹھوکر کھا ٹیگا۔ اور مجرد دلائل عقلیہ اور علوم رسمہ کسی کام نہیں آئیں گی۔ اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بیشتر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعے سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے اور اب فوت ہو جاوے گا بلکہ جو الہامات اس چھا شئیہ خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دہریے

ہیں۔

(۱) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے ولبش الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا ان الله وانا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المتهدون۔ (الحج و تہمیر) یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم

پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوتے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت
 بُو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لئے ایک استلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ ایلام
 انا ارسلنہ شاهدًا و ہمیشہ اذ ذبیراً کصیب من السماء فیہ ظلمات و رد
 و برق کل شیء تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچے کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی
 حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے مہینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوتی
 اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہی یعنی اُس کے قدم
 اٹھانے کے بعد جو اس کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد
 آزمائش اور ابتلاء کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت
 ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا اور آیت کریمہ و اذا اظلم علیہم قاموا کے
 مصداق ہو گئے اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رعد اولدوشی کا ذکر ہے یعنی
 جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی کے قدم اٹھانے کے بعد پہلی

مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے تھے اور میر کر خیالوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی
 ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) و مسل طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و مہین و امیر و اولیاء و خلفاء ہے۔ تا ان کی
 اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے متین بنا کر خجرات
 پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں
 آجائیں۔ پس اول اس نے قوم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا البشیر
 الصبا برین کا سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے
 سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے خم میں محض شد شریک ہوئے۔ بطور
 فرط کے جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا۔ اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں
 ان کو پہنچا گیا۔ اور یہ بات کھلی کھلی الہام النبی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا
 ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوگی۔

ظلمت آئینگی اور پھر عد اور برقی۔ اسی ترتیب کے رُو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اُس کے بعد عد اور روشنی ظاہر ہوئی اور اسی طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جانا چاہیے کہ کسی دن وہ عد اور روشنی بھی ظہور میں آجائیں گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب یہ روشنی آئینگی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دیگی۔ اور جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے منہ سے نکلیں ان کو نابود و اوندید کر دیگی یہ لام جو ابھی تم نے لکھا ہے ابتداء سے خدا لوگوں کو تفصیل سنا دیا گیا تھا چنانچہ منجملہ سامعین کے مولیٰ ابو سعید محمد حسین ثمالوی بھی ہیں اور کئی اور جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے کونوا فقین و مخالفین کی لہام کے مضمون پر غور کریں اور دقت نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کا ٹھکانا پہلے جو جناب الہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ لہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قریب کے نیچے ہیں یعنی اسکے قدم اٹھانیکے بعد جو موت مراد ہوا انکا انا ضرور ہے سوائے وہ لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔

بشیر کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی کہ جو

جنہل نے عن قدر اس کی موت سے غم کیا اور اس ابتلاء کی برداشت کر گئے کہ جو اُس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر بڑا مدوں صابریں و صادقین کے لئے ایک شفیق کی طرح پیدا ہوا تھا۔ اور اُس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت اُن سب مومنوں کے گناہوں کا کفار ہو گیا۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اُس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۸۸۵ء میں ایشیا کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا۔

مخلوق اللہ مآیشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۱۸۸۵ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبادت تک کہ ہانک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول کی رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبادت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔

۳۰ فروری کے اشتہار میں ہے کہ بعض پتے کم غری میں فوت ہونگے۔

بالآخر یہی اس جگہ واضح رہے کہ ہمارا اپنے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا اتفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا رد اور ہمیں غمیں کرتے ہیں یا نفرین بلکہ ہم بے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مُردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں گو بعض ہم میں سے اور ہماری ہی قوم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ہمارے اس طریق کو نظرِ تحقیر سے دیکھتے ہیں مگر ہم اُن کو معذور رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو ہم پر ظاہر کیا گیا ہے وہ اُن پر ظاہر نہیں اور جو ہمیں پیاس لگادی گئی ہے وہ اُنہیں نہیں۔ کل یعمل علیٰ شا کلنہ۔

اس محل میں یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض اہل علم احباب کی ناصحانہ تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس عاجز کی یہ کارروائی پسند نہیں کرتے کہ برکات و حوائیہ و آیات سماویہ کے سلسلہ کو جو بذریعہ قبولیتِ ادعیہ و المامات و مکاشفات تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ بعض کی ان میں سے اس بارہ میں یہ بحث ہے کہ یہ باتیں ظنی و شکی ہیں اور اُن کے ضرر کی امید اُن کے فائدہ سے زیادہ تر ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ باتیں تمام بنی آدم میں مشترک و متساوی ہیں۔ شاید کسی قدر ادنیٰ کم و بیشی ہو بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریباً یکساں ہی ہیں۔ اُن کا یہ بھی بیان ہے کہ ان امور میں مذہب اور اتقا اور تعلق باللہ کو کچھ دخل نہیں بلکہ یہ فطرتی خواص ہیں جو انسان کی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر ایک بشر سے مومن ہو یا کافر صالح ہو یا فاسق کچھ تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تو اُن کی قیل و قال ہے جس سے اُنکی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور مبلغِ علم کا اندازہ ہو سکتا ہے مگر فراستِ صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلقت اور حجتِ دنیا کا کیزا اُن کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جیسے مجذوم کا جذام انتہا کے درجہ تک پہنچ کر سقوطِ اعضا تک نوبت پہنچاتا ہے اور

ہاتھوں پیروں کا گلنا سطرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی انکے روحانی اعضا جو روحانی قوتوں سے مراد ہیں، باعثِ غلو محبتِ دنیا کے گلنے سرنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا مشیوہ حفظِ بنسی اور ششماہی بنطنی اور بدگمانی ہے۔ دینی معارف اور حقائق پر غور کرنے سے بجلی آزادی ہے بلکہ یہ لوگ حقیقت اور معرفت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے بلکہ جفیہ دنیا میں دن رات غرق ہو رہے ہیں ان میں یہ حس ہی باقی نہیں رہی کہ اپنی حالت کو ٹٹولیں کہ وہ کیسی سچائی کے طریق سے گری ہوئی ہے اور بڑی بد قسمتی ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اس نہایت خطرناک بیماری کو پوری پوری صحت خیال کرتے ہیں اور جو حقیقی صحت و تندرستی ہے اس کو بظن توہین و استخفاف دیکھتے ہیں اور کمالاتِ ولایت اور قربِ الہی کی عظمت بالکل انکے دلوں پر سے اٹھ گئی ہے اور نو میدی اور حرمان کی سی صورت پیدا ہو گئی ہے بلکہ یہی حالت رہی تو انکا نبوت پر ایمان قائم رہنا بھی کچھ معر من خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

یہ خوفناک اور گری ہوئی حالت جو میں نے بعض علماء کی بیان کی ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ ان روحانی روشنیوں کو تجربہ کے رُو سے غیر ممکن یا سکتی و ظنی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہنوز بالاستیفا تجربہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور کائنات اور محیط طور پر نظر ڈال کر رائے ظاہر کرنے کا ابھی تاک انہوں نے اپنے لئے کوئی موقعہ نہیں کیا اور نہ پیدا کرنے کی کچھ پرواہ ہے صرف ان مفردانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر کہ جو مخالفین تعصبِ آئین نے اس عاجز کی دو پیشگوئیوں پر کی ہیں * بلا تحقیق و تفتیش شک میں پڑ گئے اور ولایت اور قربِ الہیہ

پہچان مشیوہ وہ نکتہ چینیوں ہیں کہ ۸ مارچ ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیش گوئی شایع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں یہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اسکے بعد اس کے قریب محل میں پیدا ہو سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا جث باطنی اور نا انصافی ظاہر کرنے کے لئے اس دفعہ یعنی پہلے محل میں لڑکی پیدا

کی روشنیوں کے بارے میں ایک ایسا اعتقاد دل میں سما لیا کہ جو خشک فلسفہ اور کورانہ سچیت کے قریب قریب ہے انہیں سوچنا چاہیے تھا کہ مخالفین نے اپنی تکذیب کی تائید میں کونسا ثبوت دیا ہے؟ پھر اگر کوئی ثبوت نہیں اور نری بک بک ہے تو کیا فضول اور بے بنیاد اقوال کا اثر اپنے دلوں میں ڈال لینا عقلمندی یا ایمانی وثاقت میں داخل ہے اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی سبب پیشگوئی کے متعلق اس عاجز سے ظہور میں آتی یعنی قطع اور یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کیا جاتا تب بھی کسی داناکے نظر میں وہ عمل آویزش نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر ہے جس سے انبیاء بھی باہر نہیں ماسوائے اس کے یہ عاجز اتناک قریب سات ہزار مکاشفات ہادقہ اور الہامات صحیحہ سے خدا تعالیٰ

کی اور اسکے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی۔ اور ٹھیک ٹھیک توقع میں آگئی مگر مخالفین نے جیسا کہ انکا قدیمی شیوہ ہے معنی مترات کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا انکو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو توقع میں آگئی اور پیش گوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی۔ سو ایسی پیش گوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کہہ سکتا۔ دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کی تھی وہ پیدا ہو کر مغربی میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر یا نر والا ہو گا اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موجود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہونگے۔ پس سوچنا چاہیے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیش گوئی پوری ہوئی یا تھوڑی نکلی۔ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر انکے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوب صورت پاک لڑکا متاثر امان آتا ہے۔ یہ ہمان کا لفظ و حقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اسکی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ہمان وہی ہوتا ہے جو چند روزہ کہ چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسرے دن کو رخصت کرے

کی طرف سے مشرف ہوا ہے اور آئندہ عجائبات رُو حانیہ کا ایسا بے انتہا سلسلہ جاری ہو کہ جو بارش کی طرح شب و روز نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پس اس صورت میں خوش قسمت انسان وہ ہے کہ جو اپنے تئیں بصدق و صفا اس ربّانی کارخانے کے حوالہ کر کے آسمانی فیض سے اپنے نفس کو متمتع کرے اور نہایت بد قسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے تئیں اُن انوار و برکات کے حصول سے لاپرواہ کرے بے بنیاد نکتہ چینیوں اور جاہلانہ رائے ظاہر کرنا اپنا شیوہ کر لیوے۔ میں ایسے لوگوں کو محض اللہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے سختی اور سختی میں بہت دور جا پڑے ہیں۔ اگر انکا یہ قول سچ ہو کہ الہامات اور کاشفات کوئی ایسی عمدہ چیز نہیں ہے جو خاص اور عوام یا کافر اور مومن میں کوئی امتیاز تین پیدا کر سکیں تو سالکوں

اس کا نام سمان نہیں ہو سکتا۔ اور استہمار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ جس سے (یعنی گناہ سے) بچتی پاک ہے یہ بھی اسکی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیے کہ جس پیش گوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ عباراتیں پیر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیش گوئی ہے وہ اس عبارت سے شرفیج ہوتی ہے کہ اُسکے ساتھ فعل ہے جو اس کے اُن کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فعل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا عجز اور میرا نام اُس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اُس کا نام فعلی عجز رکھا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اُس کا آنا معروض التوا میں رہتا جب تک بشیرِ جوفت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اُٹھایا جاتا کیونکہ یہ بامورد حکمت اللہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیرِ اول جوفت ہو گیا ہے بشیرِ ثانی کے لئے بطور ارباب تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیش گوئی میں ذکر کیا گیا۔

اب ایک منصف انصافاً سوچ کر دیکھے کہ ہماری ان دونوں پیش گوئیوں میں حقیقی طور پر کونسی فعلی ہے؟ ہاں ہم نے پیر متوفی کے کمالات استعداد یہ الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کئے تھے کہ وہ فطرثاً ایسا ہے اور ایسا ہے اور اب بھی ہم یہی کہتے ہیں اور فطرتی استعدادوں کا مختلف طور پر بچوں میں پایا جانا عام اس سے کہ وہ صغر سنی میں مر جاویں یا زندہ رہیں۔ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے اور کوئی گنہگار اور علماء میں سے اس کا منکر نہیں ہو سکتا پس دانا کیلئے کوئی جھوٹا کھانے کی وجہ ہے۔ ہاں نادان اور احمق لوگ ہمیشہ سے جھوٹا کھانے چلے آئے ہیں

کے لئے یہ نہایت دل توڑنے والا واقعہ ہو گا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے کا کٹا خانا حاصل ہوتی ہے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر انکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربانی وجود کا پیرا بن رہتے ہیں یعنی نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے ربانی طاعات کی نئی زندگی اپنے اندر حاصل کرتے ہیں ناقص الحالت مسلمانوں کو ان سے کچھ نسبت نہیں

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی پر ٹھوکر کھائی کہ شیخ شخص تو کتنا تھا کہ فرعون پر عذاب نازل ہو گا سو اس پر تو کچھ عذاب نازل نہ ہوا وہ عذاب تو ہم پر ہی پڑا اس سے پہلے صرف آدھا دن ہم سے مشقت لینی تھی اور اب سارا دن محنت کرنے کا حکم ہو گیا۔ خوب نجات ہوئی۔ حالانکہ یہ دوسری محنت اور مشقت ابتلاء کے طور پر یہودیوں پر ابتدا میں نازل ہوئی تھی اور بدنام کار فرماؤں کی ہلاکت مقدر تھی مگر ان بیوقوفوں اور شستا بکاروں نے ہاتھ پر سرسوں جھٹی نہ دیکھ کر اسی وقت حضرت موسیٰ کو جھٹلانا شروع کر دیا اور بدظنی میں پڑ گئے اور کہا کہ اسے موسیٰ اور ہارون جو کچھ تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے پھر یہود اسکی یوتی کی نادانی اور شستا بخاری دکھنی چاہیے کہ اس نے حضرت یسح علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں نہایت سخت ٹھوکر کھائی اور خیال کیا کہ یہ شخص بادشاہ ہو گا کہ دعویٰ کرتا تھا اور میں بڑے بڑے مراتب تک پہنچا تھا مگر یہ ساری باتیں جھوٹ نکلیں اور کوئی پیشگوئی اس کی سچی نہ ہوئی۔ بلکہ فقر و فاقہ میں ہم لوگ مر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اسکے دشمنوں سے ٹکر پیٹ بھریں۔ سو اس کی جہالت اسکی ہلاکت کا موجب ہوئی۔ حضرت یسح علیہ السلام کی پیشگوئیاں اپنے وقتوں میں پوری ہو گئیں سو یہیوں کان نامان مکہ میں کی گذیب سے کیا نقصان ہوا۔ جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدا تعالیٰ کی پاک کارروائی کو نہ کیا جائے یہ سنا سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ مسلمان کھلا کر اور کلمہ گو ہو کر جلدی سے اپنے دل میں سادس کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتے ہیں۔ وہ انجام کارا می طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم یہودی اور یہود اسکی یوتی رسوا اور ذلیل ہوئے۔ فتنہ برو یا اولی الالباب۔ منہ

ہوتی پھر کافر اور فاسق کو ان سے کیا نسبت ہو۔ ان کی یہ کالیّت ان کی صحبت میں رہنے سے طالب حق پر کھلتی ہے اسی غرض سے میں نے اتمامِ حجت کے لئے مختلف فرقوں کے سرگردوں کی طرف اشتہارات بھیجے تھے اور خط لکھے تھے کہ وہ میرے اس دعویٰ کی آزمائش کریں۔ اگر ان کو سچائی کی طلب ہوئی تو وہ صدقِ قدم سے حاضر ہونے سو ان میں سے کوئی ایک بھی بعدِ صدق قدم حاضر نہ ہوا بلکہ جب کوئی پیشگوئی ظہور میں آتی رہی۔ اس پر خاک ڈالنے کے لئے کوشش کرتے رہے اب اگر ہمارے علماء کو اس حقیقت کے قبول کرنے اور ماننے میں کچھ تامل ہو تو غیرین کے بلانے کی کیا ضرورت۔ پہلے ہی ہمارے احباب جن میں سے بعض فاضل اور عالم بھی ہیں۔

آزمائش کر لیں اور صدق اور صبر سے کچھ مدت میری صحبت میں رہ کر حقیقتِ حال سے واقف ہو جائیں پھر اگر یہ دعویٰ اس عالم کا راستی سے معراجیے تو انہیں کے ہاتھ پر نہیں تو بے کولوگھاد نہ امید رکھنا ہوں کہ خدا تعالیٰ انکے دلوں پر توبہ اور رجوع کا دروازہ کھول دے گا اور اگر وہ میری اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد میری عادی کی آزمائش کر کے اپنی رائے کو باہر صد اقت پہنچادیں تو ان کی ناصحانہ تحریروں کے کچھ معنے ہونگے اس وقت تک تو اسکے کچھ بھی معنے نہیں بلکہ اٹکی محبوبانہ حالت قابلِ رحم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آج کل کے عقلی خیالات کے پرورد بخارات نے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ انہیں خیالات پر زور دے رہے ہیں اور تکمیلِ دین و ایمان کے لئے انہیں کو کافی دانی خیال کرتے ہیں۔ اور ناجائز اور ناگوار پیرائیموں میں ردحانی برکات کی تحقیر کر رہے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تحقیر مختلف سے نہیں کرتے بلکہ فی الواقع ان کے دلوں میں ایسا ہی جم گیا ہے۔ اور ان کی فطرتی کمزوری اس زلزلہ کو قبول کر گئی ہے۔ کیونکہ انکے اندر حقانی روشنی کی چمک نہایت ہی کم اور خشک لغافل بہت سی بھری ہوئی ہے اور اپنی رائے کو اس قدر صاحب خیال کرتے اور اس کی تائید میں زور دیتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو روشنی حاصل کر نیوالوں کو بھی اس تاریکی کی طرف کھینچ لاویں۔ ان علماء کو اسلام کی فتحِ صوری کی طرف تو ضرور خیال

ہے مگر جن باتوں میں اسلام کی فتح حقیقی ہے ان سے بے خبر ہیں۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبہ بستی کو خالی ہو جائیں اور کوئی بت نہ ہو اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا بیماری راہ میں نہ رہے اور کئی مضیبات اللہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فنا کے وہ بقا سمجھو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے یہی فتح حقیقی ہے جسکے کئی نشیوں میں سے ایک شعبہ مکالمات اللہ بھی ہیں اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہی خدا تعالیٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا۔ اور اپنے ضعیف بندوں کا آمر زگار ہو گا۔

تبلیغ

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچانا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت ہوئی کا راہ لیکھنے کیلئے اور گندی زسیت اور کاہلانہ اور عذارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر بی طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار بھکا کرنے کیلئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں انکے لئے برکت دیکھا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہونگے یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الامام یہ ہے۔ اذ اعزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا وروحینا۔ الذین یشاہدونک انما یشاہدون اللہ ید اللہ

المبلغ خاکسار

فوق الیدیکم۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

غلام احمد حقانی

مطبوعہ ریاض ہند پرلی پور (یکم دسمبر ۱۸۸۵ء)

Published by Mubarak A. Saqi, Additional Nazir Isha'at,
16, Gressenhall Road, London SW18 5QL

Printed by Unwin Brothers Limited, The Gresham Press, Old Woking, Surrey